انسان زندگی کو نہیں، زندگی انسان کو کنٹرول کر رہی ہے
دنیا کے پُرشور نقار خانے میں کسی کو خطرے کی گھنٹی سنائی نہیں دے رہی

(مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال کلکتہ میں ۳۲ سال قبل ایک فکر انگیز خطاب)

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

تہذیبوں، زبانوں اور افکار کی عمر:

میرے عزیز دوستو اور بھائیو! آپ سب مختلف علمی شاخوں اور شعبوں کے طالب علم ہیں، آپ نے تاریخ پڑھی ہے، تہذیبوں، زبانوں اور افکار کی ایک خاص عمر ہوتی ہے، ان میں طفولیت کا، بچپن کا، جوانی کا، پھر اس کے بعد بڑھاپے کا دور آتا ہے، یعنی تہذیبیں اور علمی نظام بھی اسی طرح سے جوان اور بوڑھے ہوتے ہیں۔ اس سے صرف وہ نظام یا وہ دعوت و تعلیم مستثنیٰ ہے جو انسانوں کی ساختہ پرداختہ نہیں ہوتی اور انسانوں کے ذہنی ارتقاء اور انسانوں کی محنتوں اور تجربوں کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق ایک علیم و خبیر ذات سے ہوتا ہے جو ان تمام چیزوں سے ماورا ہے، حوادث سے ماورا ہے کہ جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی، لیکن یہ انسانی تہذیبیں اور انسانی نظامِ فکر ان میں انحطاط آتا ہے، وہ کچھ عرصہ بعد اپنی تازگی، شادابی، افادیت اور اس کے بعد ایک مرحلہ آتا ہے کہ زندگی کا استحقاق کھو دیتے ہیں۔ کسی خارجی کوشش سے یا کسی خارجی پشت پناہی سے، یا کسی بہانے سے وہ چند دن باقی رہتے ہیں لیکن ان کے اندر زندگی نہیں ہوتی، اس وقت مشرق و مغرب میں عام طور پر ایک بڑا موضوع بحث ہے کہ انسانی نسل میں ایک انحطاط آ رہا ہے، انسانی نسل کا تسلسل قائم ہے بلکہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے اور اضافہ اس حد تک ہو رہا ہے کہ وہ ایک بہت بڑا پرابلم بن گیا ہے۔ انسانی آبادی بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے لیکن کوالٹی کا جہاں تک تعلق ہے، کیفیت کا جہاں تک تعلق ہے تو مفکرین، مصلحین، ماہر نفسیات کا عام احساس یہ ہے کہ اس میں تیزی کے ساتھ انحطاط آ رہا ہے، تشویش ناک حد تک۔ انسانی نسل اپنی کوالٹی میں اپنی اندرونی صلاحیتوں میں تیزی کے ساتھ انحطاط کی طرف جا رہی ہے اور یہ عمل برابر جاری ہے اور اس کی رفتار اتنی تیز ہوگئی ہے کہ انسانی نسل کا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔

خطرہ کی گھنٹی:

اس وقت یورپ و امریکہ سے لے کر مشرق کے دانشوروں تک یہی بحث و نظر کا موضوع بنا ہے اور ایک خطرے

کی گھنٹی ہے جو ساری دنیا میں بج رہی لیکن دنیا کا نقار خانہ اس وقت اتنا پُر شور ہے اور اس وقت اتنا ہنگامہ خیز بنا ہوا ہے کہ یہ خطرے کی گھنٹی سنی نہیں جا رہی ہے، لیکن جو لوگ ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے عادی ہیں، ٹھنڈے دماغ سے سوچتے ہیں، مختلف واقعات کا تجزیہ کرتے ہیں، انسانیت کے درد میں خلوص کے ساتھ کام کر رہے ہیں وہ بڑی تکلیف محسوس کرتے ہیں وہ اتنے زور سے اس خطرے کی گھنٹی کو بجا رہے ہیں، سگنل دے رہے ہیں کہ انسانیت کا قافلہ دھنس جائے گا۔ زندگی کی جس ٹرین پر سوار ہیں وہ ایک بہت بڑی چٹان سے ٹکرانے والی ہے، ایک بہت بڑا حادثہ پیش آنے والا ہے۔ ایک بہت گہری خندق ہے لیکن انسانی ٹرین جو رواں دواں ہے اور آندھی کی طرح چل رہی ہے اس کے مسافر محوِ تماشا ہیں اور سب لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ وہ ایک حقیقت پسند انسان کی طرح سوچنے کے لیے تیار نہیں۔ اب زندگی کا سفر اتنا بہتر ہو گیا ہے کہ انسان اس زندگی کے دوش پر سوار نہیں ہے بلکہ انسان کی انسانیت کے دوش پر سوار ہے۔ انسان راکب نہیں ہے، انسان مرکب بن گیا ہے یعنی انسانیت کی باگ ڈور انسان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور اب زندگی اُسے لیے جا رہی ہے۔

انسان، زندگی کو کنٹرول نہیں کر رہا ہے، زندگی اس کو کنٹرول کر رہی ہے۔ انسان نے جو چیزیں پیدا کیں، جو ادارے سائنس، ٹیکنالوجی، پالیٹکس، اکانومکس جو انسانوں کے پیدا کیے ہوئے ہیں، یہ اب انسانوں کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ انسانیت کے بلند مقاصد، اخلاقی اقدار، ایک سوچا سمجھا منصوبہ پیغمبروں کی تعلیمات اور کائنات پر حکومت کرنے والے اصول اس وقت بالکل اپنی جگہ چھوڑ چکے ہیں اور بے بس ہو چکے ہیں، جیسے آپ کسی مشین کو اسٹارٹ کریں تو پھر اس کو سٹاپ کرنا چاہیں تو اس کو روک نہیں سکتے۔ مسئلہ یہ بنا ہوا ہے کہ امریکہ اور یورپ میں زندگی بھگائے لیے جا رہی ہے۔ کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ زندگی بے قابو ہو رہی ہے۔ کوئی اس کو قابو میں لائے، کوئی اس کی منزل سفر اور منزل مقصود پر غور کرے، اس کا ہوش نہیں رہا، یورپ اور امریکہ میں زندگی اس بُری طرح سے سوار ہے، انسانوں پر زندگی کے تقاضے اس طرح سے حاوی ہو گئے ہیں کہ نظر ثانی کرنے کا موقع ہی نہیں، اتنی فرصت نہیں ہے کہ آدمی ذرا سا اپنے ذہن پر غور کرے، مقاصد پر غور کرے، کہاں جا رہا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ کس لیے یہ سفر ہو رہا ہے؟ اس وقت تک ایک عالم انسانی انحطاط اور زوال ہے۔

مغربی فکر کا اضمحلال:

مغربی تہذیب نے ۱۷ویں، ۱۸ویں صدی عیسوی میں اور ۱۹ویں صدی کے آخر تک اپنی صلاحیت کا بہت حیرت انگیز ثبوت دیا۔ آپ اگر ۱۹ویں صدی کے آخر تک یورپ کے اداروں کو دیکھیں یا آپ مغربی تہذیب پر گہری نظر ڈالیں مغربی ٹیکنالوجی، سائنس کی مختلف شاخیں اور یہاں تک کہ علم کی جو مختلف شاخیں ہیں، اس پر اگر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ مغربی ذہن کی تخلیقی صلاحیت کے نئے نئے شگوفے کھلانے کی عجیب وغریب طاقت وہ قوتِ حیات اور جوشِ عمل سے بھرپور ہے۔ جس طرح سے کسی چیز ہوا بھر جائے تو وہ اپنا مخرج تلاش کرتی ہے پانی اگر آپ کسی برتن میں بھر دیں اور وہ لبریز ہو جائے

تو وہ چھلکنے کے لیے بے چین ہوتا ہے اس کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اسی طرح سے مغربی تہذیب کی جو فکر ہے وہ جوش و نشاط سے بھرپور تھی۔ جتنی چیزوں سے ہم آج فائدہ اٹھا رہے ہیں، وہ ساری کی ساری ۱۹ویں صدی کے آخر تک کی یورپ کی دین ہے جس کا تسلسل ۱۹ویں صدی تک قائم رہا اسکے ذہن کی طاقت اور پوری برابر قائم رہی جتنی چیزوں کے ہم آج ممنون ہیں ہماری موجودہ تہذیب شکر گزار ہے ان کی رہین منت ہے اس کی وجہ سے آج دنیا میں رونق نظر آ رہی ہے زندگی کا سفر آسان معلوم ہو رہا ہے ریلوں، ہوائی جہاز اور پھر یہ ریڈیو کا دریافت کرنا۔ ہواؤں کا خلا میں محفوظ رکھنا، اس کے علاوہ یہ وائرلیس کی ایجاد یہ ساری کی ساری چیزیں انیسویں صدی کے آخر اور زیادہ سے زیادہ آپ ان کو بیسویں صدی کے شروع میں کہہ لیجئے اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغربی فکر میں اضمحلال پیدا ہو گیا جیسے کوئی چیز ہوتی ہے وہ اپنے کام کا حصہ پورا کر چکی ہو اب اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مغربی تہذیب اور پورا مغربی فکر جگالی کر رہا ہے آپ نے سنا ہوگا کہ اونٹ کھا لیتا ہے اس کے بعد وہ جگالی کرتا ہے۔ جگالی کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو باہر نکالنا اب اس وقت مغربی ذہن جگالی کی حالت میں موجود ہے اب وہ کوئی نئی چیز دنیا کو نہیں دے رہا یا یوں کہہ لیجئے کہ مغربی تہذیب مغربی فکر، مغربی دنیا اس وقت اپنے پچھلے کارناموں میں اپنے پچھلی محنتوں کے سائے میں زندگی گزار رہی ہے اور اس کو جو اس وقت سہارا مل رہا ہے اس کو جو کچھ زندگی گزارنے کا جواز حاصل ہے، زندگی گزارنے کا جو موقع دیا گیا ہے، اور دنیا کی نگاہوں میں جو احترام اور وزن ہے وہ سب اس کے پچھلے کارناموں کی بدولت ہے اس وقت مغرب اپنے ماضی پر زندہ ہے وہ مستقبل کے لیے کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے رہا، اس وقت خود اس کی تہذیب نے مسائل اور مشکلات پیدا کر دیئے ہیں اسے حل کرنے میں وہ ناکام ہے۔

نسل انسانی کو جو اہمیت ہے اس کے مفاد کا جو مسئلہ ہے انہیں کسی طریقے سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مسئلہ یہ ہے کہ انسانی نسل اپنے ذہن، اپنے قلب، اپنے دماغ، اپنی صلاحیتوں کے پورے مجموعے کے ساتھ تیزی سے انحطاط اور زوال کی طرف دوڑ رہی ہے قیادت اور لیڈر شپ مغرب کے ہاتھ میں ہے مشرق کے ہاتھ میں نہیں یہ ہمارے لیے افسوسناک بات ہے اور مسلم واقعہ ہے اور اس میں دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ ساری دنیا کی قیادت مغرب ہاتھ میں ہے اور یہ لیڈر شپ بوڑھی ہو گئی ہے بلکہ بانجھ ہو گئی ہے اس میں اس وقت حائق کا مقابلہ کرنے، دنیا کو خطرات سے بچانے اور انسانیت کو اس دلدل سے نکالنے جس میں انسانیتمغربی تہذیب کی بے بصری اور مغربری تہذیب کی مذہب دشمنی اور مغربی تہذیب کی انسانیت بیزاری کی وجہ سے کھو گئی ہے اور برابر گرتی جا رہی پھنستی چلی رہی ہے۔ اسی دلدل سے نکالنے کے لیے ہماری اس موجودہ لیڈر شپ کے پاس کوئی نسخہ نہیں کوئی تجویز نہیں۔ میں نے آپ سے کہا کہ بڑھاپا جس طرح انسانی جسم کے پورے ڈھانچے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آنکھیں متاثر ہوتی ہیں، دماغ متاثر ہوتا ہے، اعصاب متاثر ہوتے ہیں لیکن اس کے اثر ڈالنے کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے کہتے ہیں نزلہ سب سے زیادہ کمزور پر گرتا ہے یہ ہماری تہذیب کے انحطاط کا نزلہ، انسانی فکر و تہذیب کے انحطاط کا نزلہ ہے اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اس کو دیکھ لیں تو آپ کو اپنی صحیح ذمہ

داری کا احساس ہوگا۔ کیونکہ انسانیت، انسانی تہذیب، انسانی نسل اور انسانیت کا جو ایک قصر ہے جو نسلوں کی محنتوں سے پیغمبروں اور مصلحین کی محنت سے ہوا ہے۔ اس کے کسی حصے میں سب سے زیادہ کمزوری ہے آپ اس کو اگر سمجھ لیں تو پھر اس کے بعد مجھے آپ نے اپنے اعتماد اور حُسن ظن کی بنا پر جو موضوع دیا ہے وہ میرے لیے بھی آسان ہو جائے گا اور آپ کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہوگا۔

ناواقفیت کا عذر:

اس زمانہ کا کرائسیس (Crisis) کیا ہے! کیا اس کا کرائسیس پالیٹکس ہے! کیا اس کا کرائسیس سرمایہ داری ہے! اس کا کرائسیس قوموں کا ایک دوسرے سے واقف ہونا ہے! بہت دنوں تک یہ غلط فہمی رہی کہ دنیا کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ایک دوسرے سے واقف نہیں میں ایک قوم دوسری قوم سے واقف نہیں۔ ایک ملک دوسرے ملک سے واقف نہیں اور پھر ملک کے اندر ایک اسٹیٹ دوسری اسٹیٹ سے واقف نہیں اور پھر اسٹیٹ کے اندر بھی ایک ضلع دوسرے ضلع سے واقف نہیں ہے ایک شہر میں ایک محلّہ کے لوگ دوسرے محلّہ کے لوگوں سے واقف نہیں ہیں، بڑی معقولیت کے ساتھ یہ کہا جاتا تھا دنیا کی مصیبت کا سرچشمہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد سے واقف نہیں ہیں کوئی کسی کی کیا مدد کرے گا! معلوم نہیں دنیا کے کس حصے میں کیا ہو رہا ہے۔ مغرب والوں کو معلوم نہیں ہے کہ مشرق والے مصیبت میں مبتلا ہیں، افریقہ والوں کو ایشیا کا حال معلوم نہیں کہ کہاں زلزلہ آیا! کہاں سیلاب آیا! کہاں قحط کی صورت حال درپیش ہے اس زمانے میں اس کا بڑا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اس دنیا میں جو تعاون نہیں ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کا حال معلوم نہیں ہے چنانچہ لوگوں نے ساری طاقت اس میں صرف کر دی کہ ایک کو دوسرے کا حال معلوم ہو، ایک ملک دوسرے ملک کی مشکلات سے واقف ہو، لوگوں نے ایک قدم آگے بڑھایا کہ لوگوں کو تاریخ معلوم ہونی چاہیے ایک دوسرے کا کلچر، خصوصیات اور زبان وادب سے واقف ہوں، اس سے قومیں ایک دوسرے کے گلے مل جائیں گی اور ایک دوسرے کو سینے سے لگا لیں گی، کہ میں معلوم نہیں کہ آپ کا ادب اتنا ترقی یافتہ ہے اتنے لطیف خیالات ہیں ہم تو آپ سے اس لیے لڑتے ہیں کہ ہم آپ کی تہذیب سے واقف نہیں تھے اب جیسا کہ ہم نے آپ کے ادب کا مطالعہ کیا۔ اب آپ کی قدر آئی ہے آیئے آیئے آپ ہمارے استاد ہیں ہم آپ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اس وقت یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ ساری دنیا کے مشکلات کا اصل سبب یہ ناواقفیت ہے۔

اب ریڈیو نکلا اور ریڈیو نے اپنی پوری توانائی اور اپنی پوری طاقت اس پر صرف کر دی کہ ہر ایک اپنے ملک کا لٹریچر اور اپنے ملک کی زبان وادب اپنے ملک کی تاریخ مختلف زبانوں میں پیش کرے، ریڈیو کے پروگرام ہونے لگے اور اپنے علاقائی زبانوں میں لیکن تھوڑے عرصہ بعد معلوم ہوا کہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے۔ یعنی لوگوں نے معلومات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

آج انسانیت کا مسئلہ کیا ہے یہ ایک سوال ہے۔ آج انسانیت روبہ زوال ہے؟ کوئی خاص نظام، کوئی خاص

سسٹم، کوئی خاص فلسفہ، دنیا میں زوال کا نتیجہ ہے؟ میں نہیں کہوں گا یہ دنیا کا سارا فساد کمیونزم پیپی ازم کا لایا ہوا ہے۔ یہ چیزیں اتنی عام بھی نہیں کہ ساری چیزوں پر اثر انداز ہوں۔ اس وقت کا کرائسس کیا ہے؟

اب میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اس وقت کا کرائسس، اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ ہے ایمان و اخلاق کا زوال، آپ جہاں جائیں، جس ملک میں جائیں آپ کو اوپر کی اسٹوڈنٹس کی لائن میں، سکولوں اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں آپ کیا دیکھ رہے ہیں، کیا استادوں میں کوئی کریکٹر ہے؟ کیا طلباء میں کوئی کریکٹر ہے؟ اس وقت جس صورت حال سے دوچار ہیں۔ بہار اور یوپی جس کا حال میں جانتا ہوں کہ کس طرح یہاں ایک انارکی اور حیوانیت اور وحشت و بربریت کا دور دورہ ہے...... انسانیت کے سوا سب کچھ ہے، ایمان و یقین اور اخلاق کا فقدان ہے۔ آپ مسلم نوجوان یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں، آپ اپنے اندر ایمان پیدا کریں اور اخلاقی بلندی پیدا کریں۔ آپ یہ ثابت کر دیں کہ آپ خربوزے اور تربوزے نہیں ہیں کہ دنیا کی منڈی میں آپ کی بولی لگا دی جائے۔ آپ یہ ثابت کر دیں کہ آپ ایک پیسے سے لے کر ایک کروڑ روپے تک نہیں بک سکتے۔ ایک کروڑ کے آگے شاید کسی کے دینے کی ہمت نہ ہو اور شاید ہماری حکومت اتنی بڑی نہ ہو ورنہ میں اس سے آگے کہتا۔ ایک ارب روپے تک کوئی مسلمان نہیں بک سکتا۔ بڑی سے بڑی پیشکش بڑی سے بڑی آفر کسی حکومت کی ہو یا پارٹی کی، وہ مسلمان کو اپنے مقصد سے اپنی اخلاقی سطح سے اخلاقی معیار سے ایک بال برابر بھی نہیں ہٹا سکتا۔ اس وقت آپ دنیا میں اس چیز کو پیش کریں کہ مسلمان ہر سودے سے ماوراء ہے۔ اس سے سودا نہیں کیا جا سکتا اور پھر یہ دیکھ لے دنیا کہ آپ سچے ہیں آپ زبان کے سچے ہیں، قول و قرار کے پکے ہیں، آپ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ مسلمان نقصان اٹھائے گا، تکلیف اٹھائے گا، وہ بازی ہار جائے گا لیکن جھوٹ نہیں بولے گا۔ آپ کے سپرد جو کام کیا جائے آپ اس کو پوری مستعدی کے ساتھ انجام دیں گے۔ جو ذمہ داریاں آپ کے حوالہ کی جائیں آپ اس کو دوسروں سے بہتر انجام دیں گے اور اگر یہ عام جلسہ عام ہوتا اور شہر کی پبلک ہوتی میں کہتا مسلمان دودھ میں پانی نہیں ملائے گا۔ مسلمان وعدہ خلافی نہیں کرے گا، مسلمان ناپ تول میں کمی نہیں کرے گا، جرم کا ارتکاب نہیں کرے گا، مسلمان کی بات پتھر کی لکیر ہے وہ خلاء و شگاف جو اس وقت ہماری سوسائٹی میں ہے، ہمارے اس عہد میں ہے کہ انسان جانتا سب کچھ ہے، لیکن مانتا کچھ نہیں۔ ہم جانتے سب کچھ ہیں، کریں گے کچھ نہیں، اتنا جانتے ہیں کہ کتاب لکھ سکتے ہیں۔

اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں آپ کا ایمان ایسا جگمگاتا ہو جیسے پتھروں میں ہیرا اور کندن، جیسے خاک میں کندن دمکتا ہے، اس طرح آپ کا ایمان، آپ کا یقین چمکے اور دور سے نظر آئے کہ وہاں ایک ایمان رکھنے والا صاحب یقین نوجوان بیٹھا ہے۔ آپ کو کسی غلط کام میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ آپ سے تخریبی کام نہیں لیا جا سکتا۔ آپ کا ضمیر، آپ کے اصول، آپ کے مسلک، عقیدے، آپ کا مذہب، آپ کا ملت کے خلاف آپ سے کوئی فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا۔ کیسی منسٹری، کیسی صدارتی، بڑی سے بڑی آفر آپ کے سامنے اگر پیش ہو تو آپ کہیں:

بر و ایں دام در مرغ وگرنہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

تھوڑی دیر میں چند ایسے نوجوان ہو جائیں جو اپنے مذہب پر قائم ہوں جو اپنے اصول پر جمے ہوں اور پہاڑ کی طرح اٹل ہوں، خیر خواہ ہوں، مخلص ہوں، بے غرض ہوں، پاک باز ہوں، جن کی جوانی بے داغ ہو، اقبال نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی رہے تری بے داغ

مستقبل مسلم نوجوانوں کے ہاتھ:

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح بے داغ جوانی اور پاک بازی استقامت اور صداقت، دل سوزی اور خلوص، بے غرضی اور اس کے ساتھ ساتھ ذہنی صلاحیتیں بھی ہوں۔ آپ کی صلاحیت بھی بلند ہو، آپ بات کریں تو معلوم ہو کہ پڑھے لکھے ہیں۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہو، آپ کی نظر سب سے عمیق ہو، گہری ہو، میں پیشین گوئی کرتا ہوں ہندوستان کے اس عظیم شہر کلکتہ میں کہ ہندوستان کا مستقبل نوجوانوں کا ہے۔ آپ ہی ہوں گے ذمہ داریوں کے مالک۔ اگر آپ کے اندر ایمان ہے، ایمان کی روح دینی اصطلاح میں اور کوئی اصطلاح نہیں استعمال کر رہا ہوں اور میں کسی دوسری اصطلاح کو اس وقت جائز نہیں سمجھتا۔ خالص قرآن کی اصطلاح میں خالص پیغمبروں کی اصطلاح میں ایمان ہو آپ کے اندر، خدا کی وحدانیت پر آپ کا ایمان ہو، خدا کے کارساز حقیقی ہونے پر آپ کا ایمان ہو، خدا کے نافع وضار ہونے پر آپ کا ایمان ہو، خدا قوموں سے لے کر افراد تک کی تقدیر کے مالک ہونے کا آپ کو اقرار ہو، حشر ونشر پر آپ کا ایمان ہو، آخرت پر آپ کا ایمان ہو، اس کے اوپر الصدق ینجی و الکذب یھلک آپ کا ایمان صداقت وسچائی، تقویٰ، ختم نبوت اور اسلامی شریعت پر ہو کر انسان کتنی بڑی ترقی کرے، کتنی بھی تبدیلیاں رونما ہوں، کیسے ہی مسائل پیدا ہوں، پیچیدہ سے پیچیدہ تر لیکن یہ شریعت سب کا حل پیش کرتی ہے اور یہ شریعت ہر درد کا درماں ہے، یہ ایمان کا مسئلہ ہے۔ اخلاق کا۔ یہ کہ آپ کی جوانی بے داغ ہو، آپ کی آنکھوں میں حیا ہو، قلب میں خدا کا خوف ہو، آپ عفیف ہوں، پاک دامن ہوں، آپ سچے ہوں، آپ وعدے کے پکے ہوں، آپ قول وقرار کے پکے دھنی ہوں، آپ روپے پیسے کو حقیر سمجھتے ہوں، آپ سمجھتے ہوں کہ انسان کا ایک سانس لاکھوں کروڑوں روپے سے زیادہ قیمتی ہے۔ انسان کی زبان سے نکلا ہوا ایک وعدہ سلطنت کے مقابلے میں زیادہ قیمتی ہے۔ یہ کریکٹر آپ پیدا کریں۔ دیکھئے! ہندوستان کے عوام اور ساری انسانیت کا مستقبل آپ سے وابستہ ہے۔ آپ ہوں گے اس کشتی کے ملاح، اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے والے آپ ہی ہوں گے۔ اگر یہ نہیں تو بھائی پھر میں قائل نہیں کسی چیز کا کہ آپ ذہانت واقفیت ڈگریوں سے اور کسی فن میں امتیاز پیدا کر لینے

سے آپ ان مشکلات کے اوپر قابو پاسکیں گے۔ جو اس وقت درپیش ہیں۔ یہاں تک کہوں گا کہ ہندوستان میں آپ کے وجود، آپ کی عزت و آبرو اور آپ کے مستقبل کی بھی کوئی گارنٹی نہیں، آپ اپنا امتیاز ثابت کریں ایمان ویقین میں، کسی کے پاس ایمان نہیں رہا۔ یورپ ایمان سے محروم ہے، مشرقی قومیں ایمان سے محروم ہیں۔ ہندوستان بڑی آن بان سے اٹھا تھا۔ گاندھی جی کی قیادت میں۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ہندوستان دنیا کے سامنے کچھ روحانیت کی مثال پیش کرے گا اور اخلاق کا سبق دے گا اور یہ کہے گا کہ اخلاق قابل لحاظ ہیں، اس معاملے میں بڑی مایوسی ہوئی، معلوم ہوا کہ اس کے پیروؤں نے ایک دن بھی اس کی لاج نہیں رکھی اور انھوں نے کسی بداخلاقی کو روکا نہیں، ہر بداخلاقی کا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہر طرح کی بداخلاقیاں، ہر طرح کی بے اصولیاں، حکومت کی سطح سے لے کر پبلک کی سطح تک ہو تو ہندوستان کیا دوسرے ملکوں کی رہنمائی کرے گا۔ آج ساری دنیا میں ایمان ویقین کا دیوالیہ ہو رہا ہے۔ آپ اگر ایمان ویقین پیش کریں، آپ صاحبِ یقین وصاحبِ ایمان ہیں۔ آپ اخلاقی بلندی اپنی ثابت کریں تو آپ ہی آپ ساری دنیا میں ہوں گے اور یہی تمام مسائل کا حل ہے۔ مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن انڈیا کے اس پلیٹ فارم سے جہاں چار پانچ ریاستوں کے منتخب نمائندے آئے ہوئے ہیں۔ اگر میری بات ان کا ذہن قبول کرے کہ میں ان کے سامنے سوچنے کی ایک غذا پیش کر رہا ہوں کہ آپ سنجیدگی سے غور کریں کہ راستہ کیا ہے؟ آپ کے لیے راستہ یہ ہے کہ آپ ہندوستان کے سامنے اس طرح آئیں کہ مسلمان نوجوان جس طرف سے گزر جائیں سوسائٹی احترام پر مجبور ہو کہ یہ مسلمان نوجوان جا رہا ہے یہاں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں ہے جیسے کسی زمانہ میں پہلے تھا کہ جہاں سے مسلمان گزر جاتا تھا لوگ اپنے مقدمات پیش کرتے تھے۔ اپنی عورتوں اور بچیوں کی عصمتوں کے بارے میں ان پر اعتماد کرتے تھے۔ محلے میں ایک مسلمان رہتا تھا تو سب کو اطمینان رہتا تھا کہ یہاں ایک مسلمان ہے۔

آپ معمارِ انسانیت ہیں:

اخلاق اور ایمان ویقین کو ریل اور بس کے سفر سے لے کر زندگی کے سفر تک جس شعبہ میں آپ ہوں ہر جگہ اس کا مظاہرہ کریں۔ لوگ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ کوئی اور قسم کے لوگ ہیں، کسی کو جرأت نہ ہو کہ آپ کے سامنے رشوت کا نام لے سکے۔ مسلمان سے کسی آدمی کو غلط کام کرانے کی ہمت نہ ہو۔ آپ حضرات ان باتوں کو نوٹ بک میں نہیں بلکہ دل پر نوٹ کرلیں کہ ایمان، یقین، کریکٹر کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

اگر یہ امتیاز نہیں ہوا تو ہم بھی اس بھیڑ میں انسانی جنگل میں گم ہو کر رہ جائیں گے اور کہیں ہمارا نام ونشان تک نہ ہوگا۔ میں جس پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ چیز میں نے آپ کے سامنے پیش کی، یہی میرا پیغام ہے میں بہت شکرگزار ہوں ایم ایس اے کا، جس نے مجھے ان عزیز نوجوانوں سے خطاب کا موقع دیا جو اس دور میں اسلام کا نام لیتے ہیں اور مختلف مقامات سے جمع ہوئے ہیں۔ آپ شیشہ گر نہیں ہیں کہ شیشہ گری کریں آپ انسانیت کے معمار ہیں:

''معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز''

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، ۱۲؍جنوری ۱۹۷۶ء)